عطار ہو ،رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ربیع الاول ۱۴۲۸ھ/اپریل ۲۰۰۷ء

Reg No.P476

جلد: پنجم

شمارہ: 8

فہرست

فی شمارہ: 15/- روپے

سالانہ بدل اشتراک: 180/- روپے

ملنے کا پتہ: مکان نمبر۔P-۱۲ ، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای۔میل: <<< mahanama_ghazali@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

physiologist72@yahoo.com

حدیثِ نا گفتنی (پانچویں قسط)

میری علمی و مطالعاتی زندگی

(حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی صاحبؒ)

سیرت النبیؐ:

علامہ شبلی وحضرت سید سلیمان ندویؒ کی سیرت النبی [۱] میرے آقا سید دو عالم نبی الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح وتعلیمات کا دائرۃ المعارف (انسائکلو پیڈیا) ہے اور سیرت پر اپنی نوعیت کی پہلی و آخری کتاب ہے جس کی نظیر پورے اسلامی کتب خانے میں نہیں ملتی۔ شبلی وحضرت سلیمان ندوی پر اللہ تعالیٰ کا احسانِ خاص تھا کہ ان سے یہ کام لے لیا گیا۔[۲] سیرت نبویہ کے اس خزانہ سے اپنی استعداد وظرف کے بقدر استفادہ کی کوشش کرتا رہا اور یہ بات برملا کہہ سکتا ہوں کہ فقیر کی زندگی میں یہ کتاب مستطاب جس قدر دخیل رہی شاید ہی کوئی کتاب اتنی مؤثر رہی ہو۔[۳]

سلسلۂ سیرت میں حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مختصر کتاب ''خطبات مدراس''[۴] سیرت کے دفاتر اور بعض ضخیم مجلدات سیرات پر بھاری ہے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام

---

[۱] بشری لغزشوں سے کون بری ہے۔ چند مقامات سے دیانتاً اختلاف ہوسکتا ہے لیکن اس سے کتاب کی مجموعی ثقاہت واستناد پر اثر نہیں پڑتا۔

[۲] یہ لطیفہ سن کر شاید تعجب کیا جائے کہ فقیر کا اصلاح کا تعلق ۱۹۴۳ء سے حضرت سید سلیمان ندویؒ سے خط و کتابت کے ذریعہ قائم ہوگیا تھا جو حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے مجاز بیعت وخلیفہ تھے لیکن ۱۹۵۰ء میں جب حضرت سید صاحب کی خدمت میں حاضری ہوئی تو حضرت کے استفسار پر کہ حضرت تھانویؒ کے مواعظ وملفوظات و دیگر سلوک کی کتابیں پڑھی ہیں، عرض کیا کہ اس بارہ میں بھی ''سیرت'' کی جلدوں سے استفادہ کرتا رہا۔ متواضع شیخ نے فرمایا ''حضرت تھانوی کی کتابیں پڑھئے وہاں ہر چیز اندر سے پھوٹ کر نکلی ہے''۔ غرض سلوک کی راہ اور حضرت تھانویؒ سے عقیدت بھی سیرت ہی کا فیض ہے۔

[۳] سیرت النبی کا متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ پشتو اکیڈمی کے زیر نگرانی مولانا محمد اسرائیل صاحب نے پوری چھ جلدوں کا ترجمہ کرلیا ہے جس میں سے صرف ایک جلد طبع ہوسکی ہے۔ کاش صوبائی حکومت وجامعہ پشاور اس کی اشاعت کی سبیل کرسکے۔ دوسری صورت پشتو جاننے والے مخیّر حضرات کی اعانت بھی ہوسکتی ہے۔

[۴] کتاب عربی وانگریزی میں ترجمہ ہوچکی ہے۔ خطباتِ مدراس میں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(روحی فداہ) صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کی دلیل، نبوت محمدی پر شاہد عدل، ہر جدید وقدیم پڑھے لکھے کے مطالعہ کے لائق اپنے طرز استدلال و پیشکش میں اچھوتی اور دلکش ہے۔ سیرت پر مختصر کتابوں میں خطباتِ مدراس اور النبی الخاتم (سید مناظر احسن گیلانی) نشر الطیب (حضرت تھانوی) سے زیادہ (اپنے اپنے رنگ میں) مؤثر، عظیم، جامع، دلکش اور البیلی کتابیں فقیر کی نظر سے نہیں گذریں۔ رحمتِ عالم (حضرت سید سلیمان ندوی) اور اوجز السیر بھی خاص تاثیر رکھتی ہیں اور عام طلبہ کے لیے مفید اور دلچسپ ہیں۔ مولانا سید سلیمان منصور پوری کی رحمۃ اللعالمین سیرت کے ذخیرہ میں ایک اچھا اضافہ اور بعض تحقیقات و مباحث میں منفرد ہے۔ حضرت مفتی شفیع صاحب کی خاتم الانبیاء اور مولانا عبد الماجد دریابادی کی سیرت قرآنی بھی خوب ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب [1] کی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی اپنے طرز میں خوب ہے۔

عربی ذخیرہ سیرت میں علامہ ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ کی پہلی چھ جلدیں (نصف اوّل کو چھوڑ کر) سیرت النبی پر مشتمل ہیں۔ بحمد اللہ مدتوں مطالعہ میں رہی اور بھرپور استفادہ بقدر ظرف کرتا رہا۔ حافظ نے سیرت طیبہ کے دفاتر کو کھنگال لیا ہے اور حیاۃ نبویہ کا مبسوط تذکرہ امت کے سامنے پیش

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ سے) ۱۹۲۵ء میں پہلی مرتبہ یہ حقیقت واضح وثابت کی گئی کہ احادیث مبارکہ کا ایک کثیر حصہ صحابہ کرام خود قلمبند فرما چکے تھے۔...... ''پرویزی حیلہ گروں'' کی ابلہ فریبیاں اور دسیسہ کاریاں فیوض نبوت سے امت کو محروم کرنے کے لیے ہزار دھول اڑاتی رہیں حقیقتِ نبوت کا شمس بازغہ اپنی نورانیت سے انشاء اللہ قیامت تک امت کے دلوں کو روشن کرتا رہے گا۔

[1] ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی ثم فرنساوی (مقیم پیرس) شہرۂ آفاق محقق اور متعدد زبانوں میں بلند پایہ محققانہ کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی اردو، عربی، انگریزی کتابوں سے خوب استفادہ کیا۔ صحیفہ ابن ہمام الوثائق السیاسیۃ النبویہ Intrduction to Islam,Muslim conduct of state,Islamic Jurispurdence نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے میدان جنگ، عہد نبوی کا نظام تعلیم، مؤقر جرائد میں ان کے مقالات خاصہ کی چیزیں ہیں۔ ڈاکٹر موصوف نے فرانسیسی میں قرآن کا ترجمہ بھی کیا ہے اور سیرت النبی (دو جلدوں میں) لکھی ہے۔ باوجود ایک عظیم محقق و علمی شخصیت ہونے کے انتہائی متواضع، ملنسار اور صورت ولباس میں مشرقی و دینی طرز کے پابند ہیں۔ فقیر نے انھیں حضرت سید صاحب کی ایک مجلس میں دیکھا جب وہ تعلیمات اسلامی بورڈ سے استعفیٰ دے کر فرانس جانے والے تھے۔

کر دیا ہے، جس کا مطالعہ عربی دان طبقہ کے لیے مفید ہے۔ چھٹی جلد روایات معجزات پر ہے اور قابل دید ہے۔ البدایہ والنہایہ میں ابن کثیر ایک عظیم مؤرخ بصیر محدث، دقیقہ رس محقق و ناقد کی حیثیت سے ظاہر ہوتے ہیں۔ حافظ موصوف کی صرف یہ کتاب ان کی جلالت شان اور وفور علمی پر دلالت کے لیے کافی ہے۔ سیرت ابن ہشام (عربی) موجود کتب سیر میں مقدم اور ام الکتب ہے جس سے کوئی شائق سیرت بے نیاز نہیں رہ سکتا۔ کتاب عصر رسالت کی عکاس ہے۔ ابن ہشام کی حقیقت نگاری و خلوص دل پر اثر کرتا ہے۔

علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں سیرت نبوی کا قد آدم آئینہ امت کے لیے مرتب کر دیا ہے۔ یہ کتاب نہ صرف سیرت و وقائع محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ) کی امین و رہنما ہے بلکہ سیرت آموز و سیرت ساز بھی ہے۔ زندگی کے ہر گوشہ میں اسوۂ نبوت کو نمایاں اور اجاگر کر دیا ہے کہ جادۂ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے راہی ہر قدم پر نقش رسالت کی گرد کو سرمۂ چشم بنا سکیں اور مشعلِ ہدایت کی ضوفشانیاں ان کے ظاہر و باطن کو روشن کرتی رہیں۔

.......''لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنہ'' ایک قرآنی حقیقت ہے جس پر عمل سیرت مبارکہ کے تفصیلی مطالعہ ہی سے ہو سکتا ہے۔ الحمد للہ علمائے امت (ابن اسحٰق، زرقانی و سہیلی، قسطلانی و قاضی عیاض سے لے کر اس وقت تک کے محقق و محتاط سیرت نگاروں نے اس فریضہ کو کمال خوبی سے ادا کیا ہے اور ہر زبان میں سیرت پر بڑی چھوٹی اور منجھولی کتابیں مہیا فرما کر حضور انور نبی الانبیاء سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آراء سے عالم کو روشنی بخشی ہے۔ سعادت مند و خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو اس قدسی الصفات ذاتِ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے پرتو سے اپنے کاشانۂ زندگی کو منور کر سکیں۔

سیرت النبی (شبلی و سلیمان ندوی) کے ضمن میں سیرت پر یہ چند باتیں زبانِ قلم پر آ گئیں۔ بات اردو کے مصنفین اور کتابوں پر چل رہی تھی۔ بحمد اللہ تعالیٰ اردو اساطینِ ادب کی کتب قیمہ ایک ایک کر کے پڑھیں اور اردو کلاسیکی لٹریچر کا خوب مطالعہ کیا۔ دل و دماغ بقدر ظرف مستفید ہوتا رہا۔ جادو بیان محمد حسین آزاد اور سحر طراز ابو الکلام آزاد دونوں اپنے خاص طرزِ انشاء کے بادشاہ موجد و

خاتم ہیں۔ دونوں کا طرزِ نگارش دل کو لبھاتا رہا، تاہم اقلیمِ دل پر شبلی کے قلم کا سکّہ جم چکا تھا اور "شبلوی انشاء" نے دیگر نقشوں کو ماند کر دیا تھا۔ چنانچہ شبلی اور ان کے تلامذہ اور منتسبین کی کتابیں اوڑھنا بچھونا بن گئیں۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ (جسے جانشینِ شبلی سید الطائفہ حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ نے برصغیر میں اسلامی علم و دانش کا حقیقی اعظم گڑھ بنا دیا تھا) کی کونسی کتاب ہے جو نظر سے نہ گذری ہو۔ اردو کے سید المصنفین سلیمان اعظم (علامہ ندوی) کی کتابیں تو خیر علم و ادب کا معیار اور تحقیق و دانش کا نمونہ ہیں ہی، میرے لیے شبلی اکادمی کی ہر کتاب حسن صوری و معنوی کا مجموعہ اور علم و حکمت کا خزینہ تھی۔

سیر الصحابہ:

دارالمصنفین کی کتابوں میں سیرت النبی کے بعد سیر الصحابہ کی ضخیم مجلدات کا میری ذہنی ساخت پر گہرا اثر رہا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پاک ہستیاں انبیاء علیہم السلام کے بعد انسانیت کا خلاصہ، رشد و ہدایت کا مینار اور ختم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و عمل کی حامل و امین و داعی اور ان کی زندگی کی شاہد و گواہ ہیں۔ صحابہ کرام کی ذواتِ عالیہ حقیقتاً اسلام کی برتری و حقانیت کا ثبوت ہیں جن کی فضیلت پر نصوصِ قرآنیہ و ارشاداتِ نبویہ کافی ہیں۔ امت ہر دور میں ان کے اسوہ و نمونہ کی محتاج ہے۔[1] حضرت سید سلیمان ندویؒ نے اسوۂ صحابہ کی اہمیت و ضرورت

---

[1] حضرت الاستاذ علامہ محمد یوسف البنوری مدظلہٗ نے عقبات کے مقدمہ میں خوب کہا ہے، اذا قلنا الرجل انہ صحابی او انہ صحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فناھیک بہ مزیۃ وفضیلۃ فی قوۃ ایمانہ وشدہ یقینہ وکمال اخلاصہ وعمق علمہ و حسن عملہ و جہاد فی سبیلہ و ایثار لما عند اللہ و زھد فی الدّنیا فکاننا اثبتنا کل کمال و جمال و کل فضل و نبل فاذن ذالک ابلغ تعبیر واوجزہ لاثبات فضل و کمال۔ قال سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ذالک الصحابی الجلیل الذی قال فیہ سیدنا الفاروق رضی اللہ عنہ کنیف ملئیٔ علما وفقھا فی اصحاب سیدنا الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اولئک اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوا افضل ھذہ الامۃ ابرھا قلباً واعمقھا علما واقلھا تکلفا (الی ان قال فاعرفوا لھم فضلھم الخ عقبات ص ۱) اختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ولاقامۃ دینہ فاعرفو لھم فضلھم واتبعوھم علی اثرھم وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقھم وسیرھم فانھم کانو علی الھدا المستقیم (جمع الفوائد ص ۲۸، ج ۱) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے پیش نظر اردو میں احوال صحابہ کا ایک پاکیزہ و مستند ذخیرہ گیارہ جلدوں میں امت کے سامنے اپنے رفقاء سے لکھوا کر پیش کرا دیا جو سلجھی ہوئی زبان میں تاریخ و سوانح نگاری کی جدید خوبیوں کے ساتھ علم و عمل کی ایک اچھی دعوت ہے۔ سیر الصحابہ کے سلسلے کے بعد سیرت ساز کتابوں میں تابعین و تبع تابعین کے مجموعے بھی خوب ہیں۔ جو دارالمصنفین کی حسنات میں شمار کیے جا سکتے ہیں۔ سیر الصحابہ کی تدوین میں دارالمصنفین کو اردو زبان میں سبقت الی الخیر کا شرف حاصل ہے۔ اردو میں شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب مدظلہٗ کی مقبول ترین تالیف ''حکایات صحابہ'' [1] جو بہشتی زیور کی طرح گھر گھر پھیل چکی ہے اپنی تاثیر و سہولت میں لاجواب ہے۔

امت نے صحابہ کی زندگی و سیرت کے جاننے کے لیے ہر زمانہ میں اہتمام کیا ہے۔ چنانچہ عربی میں طبقات و رجال و سیر کے دفاتر صحابہ کے احوال سے پر ہیں۔ متعدد کتابیں خاص صحابہ کے حالات میں لکھی گئی جن میں زیادہ متداول اور مقبول اصابہ، اسد الغابہ اور استیعاب ابن عبدالبر وغیرہ ہیں۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ سے) ترجمہ: جب ہم کسی شخص کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ وہ صحابی ہے یا اس نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے تو صحابہ کی قوت ایمان، شدت یقین، کمال اخلاص، علمی گہراؤ، حسن عمل، جہاد اور اللہ تعالیٰ کی مرغوبہ چیزوں کی ترجیح اور دنیا سے بے رغبتی میں فضیلت و کمال سمجھنے کے لیے یہ لفظ (صحابی) تیرے لیے کافی ہے۔ گویا (جب ہم کسی شخص کو صحابی یا اس کے لیے صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرتے ہیں) تو اس شخص کے لیے ہم ہر کمال و حسن، فضیلت و شرافت کو ثابت کر دیتے ہیں (کہ لفظ صحابی میں یہ سب کچھ موجود ہے۔) اس طرح صحابی کے لفظ کا استعمال فضل و کمال کے ثابت کرنے کے لیے بلیغ ترین اور موجز ترین تعبیر ہے۔

صحابی جلیل سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ (جن کے بارے میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ علم و فقہ سے بھرپور تھیلی ہیں) کا ارشاد ہے، اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس امت میں سب سے افضل تھے جن کے دل سب سے پاکیزہ، جن کا علم سب سے گہرا، جو سب سے کم تکلف کرنے والے تھے۔ (اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے لیے چنا تھا تا کہ وہ ان کے دین کو قائم کریں۔ پس ان کی فضیلت کو پہچانو، ان کے نقش قدم پر چلو اور جس قدر ممکن ہو ان کے اخلاق و سیرت کو مضبوطی سے پکڑو کہ وہ سیدھے راستے پر تھے۔

[1] حکایات صحابہ کا ترجمہ انگریزی، جاپانی اور فارسی میں ہو چکا ہے۔

علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں وفیات کے ضمن میں التزاماً صحابہ کے حالات جمع کیے ہیں۔ مخدومنا حضرت علامہ محمد یوسف الکاندھلویؒ کی حیاۃ الصحابہ (تین ضخیم جلدوں میں) صحابہ کی زندگی کا اچھوتا و مستند و عمدہ مجموعہ ہے۔ جو داعیانہ ذہن کا عکاس اور محدثانہ طرز کی پیشکش ہے اور قوت تاثیر و افادیت میں اپنی مثال آپ ہے۔ عربی جاننے والوں کے لیے صحابہ کی زندگی سے آگاہی اور اثر پذیری کے لیے محولہ بالا کتب کا مطالعہ مفید بلکہ ناگزیر ہے۔

(جاری ہے)

اعلانات

۱۔ ادارہ اشرفیہ عزیزیہ نے پشاور سے باہر (اندرون ملک و بیرون ملک) رہنے والے ساتھیوں کے فائدے کے پیشِ نظر حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ کے ہفتہ وار بیانات بشمول جمعہ کا خطبہ اور ماہانہ اجتماع کے بیانات کو ویب سائٹ (Website) کے ذریعے پہنچانے کا بندوبست کیا ہے۔ انشاء اللہ حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب کے بیان فرمانے کے چند ہی گھنٹے بعد آپ بیان سن سکیں گے۔ ویب سائٹ کا پتہ ہے: www.iaa.org.pk

۲۔ ساتھیوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ پرانے ٹیلی فون نمبروں کے علاوہ ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ کے ساتھ مندرجہ ذیل ٹیلی فون نمبرات پر بھی رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

0321-9185168 اور 091- 5503777

۳۔ قارئین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ادارے کی طرف سے دینی مسائل کا حل قرآن و حدیث کی روشنی میں فقہ حنفی کے مطابق بتانے کی سہولت موجود ہے۔ اس کے علاوہ شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں ذہنی اور سماجی الجھنوں کا حل بھی بتانے کا بھی انتظام ہے۔ اپنے سوالات اور مسائل جوابی لفافے کے ہمراہ دئے گئے پتے پر ارسال کریں۔ عمومی دلچسپی کے مسائل کو رسالے میں بھی شائع کیا جائے گا۔

سوال بھیجنے کے لئے پتہ: مکان نمبر p-12، یونیورسٹی کیمپس،
پشاور یونیورسٹی، پشاور۔

بیان جنوبی افریقہ

(ڈاکٹر فدا محمد مدظلہ)

This lecture was delivered by Dr. Fida Muhammad Khalifa of Professor Muhammad Ashraf Khan Peshawari at Johansberg, Republic Of South Africa in August 2006 and was broadcasted by Radio Islam Johansberg.

Assalam o Alaikum

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہٖ الکریم اما بعد

اَلاَ اِنَّ اَوْلِیاَ ءَ اللّٰہِ لاَ خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لاَ ھُمْ یَحْزَنُوْن. اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْ یَتَّقُوْن(یونس:۶۲،۶۳)

Dear listeners I have recited an ayat from The Holy Quran in which it has been said that the friends of Allah will neither have grief nor they will have fear. And these are the people who have built their iman and gained piety. In this ayat the awliya Allah who are the special friends of Allah s.w.t., Allah mentions that they have two qualities iman and piety and in return for these two qualities Allah has mentioned two rewards for these people. The rewards are not material as we say that if we struggle we will earn some good amount of money and a piece of land. Material rewards are not mentioned in this ayat rather the rewards mentioned are the spiritual rewards. Considering these material rewards that we might have in great amount with us,still we find our selves unhappy and unsatisfied, we feel unsecured and there are grievances in our daily lives. We have no psychological and spiritual fulfillment. So what

did we gain by gaining all these material things if we can not sleep soundly and there is no peace in our life.

Allah in the Holy Quran when mentions at many places the rewards, which are of two kinds those that are of this world and those that are for the judgment day, in the shape of paradise. So far as the judgment day and aakhira is concerned He states big and beautiful palaces and bungalows to live in and gorgeous women and smart and shiny vehicles and various kinds of delicious foods. And when He mentions rewards of this world He states you will have rahmat, barkat and you will have neither grief nor any fear. These are the things we want to gain from our material gains. This is what is called spiritual and psychological fulfillment or simplistically peace of mind.These spiritual gains are superior to material gains!

Now let's see what grief and fear are. Grief is that feeling which is caused due to the unwanted things and events that happened to us in the past. The flashbacks and the thoughts that relate to those events grieve us. We think that why did it happen and it caused me so much trouble and embarrassment. I wasted this much wealth or health. Why did my family have some accident.

Fear is simply some unwanted thing that might happen to us in future. I should not lose any money or my family should not come across any accidents. There should be no loss in health. These are

the two troublesome components of our psyche that creates troubles like anxiety and tension in our minds. The stress anxiety and tension in our minds is created by grief and fear and grief is about past happenings and events and fear is about future event and happenings.

When grief and fear creat anxiety, tension and stress, they totally change the enzymatic condition of our body. Such types of hormones, enzymes and substances are released in our body due to grief and fear that make us more and more stressful. According to the medical specialists there are substance called the catacholamines which are released in the blood stream by some specific glands in our body. These catacholamines secreted are adrenalin and non adrenalin. Similarly a third substance called cortisone is also released in our body. These substances make us active for a while. But in a larger span of time they increase blood glucose level. And if this happens frequently during the day, the high levels of sugar will lead to the permanent condition of diabetes mellitus, commonly known as sugar. The stress and tension was the cause of this disease and it lead to additional fear and grief regarding the loss of health.

Similarly this thing interferes with cholesterol metabolism i.e. the burning and utilization of cholesterol in our body. Then the cholesterol is deposited inside our arteries and blood vessels. Thus

leading to heart diseases! The ischemic heart disease that is the low blood supply to the heart due to closed blood vessels is because of deposition of cholesterol. Hence efficiency of heart is affected.

The stress, grief and fear put strain on our nerves as well. And this strain leads to high blood pressure. These diseases sugar, high cholesterol and heart diseases are example of a few major diseases related to fear and grief. Medical specialists also consider cancer to be related to the same determinants. Allah says that my friends awliya Allah do not fear and have no grief! How come? Are they not human beings? Don't they have normal psychology or are they superior beings? It is abnormal for a normal person not to have any fear and grief. So either these people are abnormal or there is something else that Allah wants to convey.

The great (mufassir) Sheikh Ashraf Ali Thanvi (RA) has said that there are two types of feelings (1) simple psychological feelings, those that are stimulated naturally from the environment without any detailed thinking process and (2) those that are caused due to a mental/thinking process. We start feeling that happening deeply. We say why it happened? It should not have happened. If we had adopted precautions we would have stopped it. The first one is (tabai) or the natural feelings. The second one is called (aqlee) which is due to some thinking process in response to memories or

natural stimuli of the first kind. Here lies the difference: simple people feel grief and fear from natural causes and they multiply these feelings with additional thinking because they do not consider Allah swt to be almighty and His planning (taqdeer) to be unavoidable. The (auliya Allah) feel the same grief and fear but as there mental process encounters such feelings, their beliefs and relationship with their lord Allah strengthens their hearts and their feelings do not go towards anxiety, stress and tension.

Awliya are normal people they also come across fear, they have the fear that they and their families should not suffer. They want their dependents to be safe and they should be financially secure. Now as these fears cross their mind, they think that we have said from the depth of our hearts that La Ilaha Illa Allah and we are His slaves and whose sustainer is Allah the Almighty how can anything bad happen to us. And something which seems bad to us is good for us if its from Allah because He knows best!

We've heard some really interesting stories from our elders. Once there was a king who had many ministers and one of them was a very pious person. Whenever anything happened he would tell the king that it was a suitable thing because it was from Allah. Being a pious person he was liked by the king but the other ministers despised him a lot due to jealousy. Once the king was suffering from fever. The pious minister told him that O king there is

benefit in it because it's from Allah. The rest of the ministers told the king that just look at him, you are suffering and he is feeling good about it and saying it is good for you. He is not in your favour. This idea got into the king's mind and he started to feel that way. What happened next is that one day the king got wounded, his finger got cut off due to some accident. He told his ministers that such a thing has happened to him. The pious one as usual said that O king its for your benefit. The others said that look king he is again feeling happy about something bad that happened to you. This time the king took it really seriously.

A few days had passed by that the king went to a jungle for hunting and he told some of his men that when we cross a well just push this pious minister into it. And so when that well came by the pious minister was pushed into the well. During the hunt they hunted different sorts of animals. It was quite late when the king noticed that he was all alone and had lost the track! What happened was that he had entered the territory of another kingdom wearing the dress of a hunter. There he got arrested and was brought to there king. They told their king that you wanted to make a sacrifice of a person for the gods and you said its not good to sacrifice a person from our own kingdom. Look we have brought a trespasser. We should sacrifice him now. The king ordered that this person should be taken to the priests. The priests checked this

person and looked at each other disappointedly and said that his finger is cut off and so we cannot sacrifice him. The sacrifice should be of a complete body and no defects in the organs.

The king at that instance remembered his dead minister and thought how true his pious minister was! If it wouldn't have been for this cut off finger he would have been sacrificed by now and he had pushed such a wise and pious minister into the well. The king was later released. When he reached his kingdom he ordered a search for that minister. He was a pious person and Allah had saved and kept him alive in the well due to his prayers and good intensions. When he was brought to the king, the king apologized to him but the minister told him that O king it was good for me that I fell in to the well. The king said that my cut off finger was good for me and I have been through it and experienced it. He told his story to the minister. Then he asked the minister that how was his being thrown into the well good for him. The minister replied that if I had thrown into the well then I would have been surely with you because I am always with you and I have a complete body so I would have been surely sacrificed.

So it is this way that we should not grief about the past and fear the future because its for the good of us. It is a fact and a normal psychology that these thoughts do bother but they should not lead to stress, depressions and anxieties. We should be exploring the

knowledge and take benefit from ayats of the Quran with current them. May Allah help us.

Thank you.

ترجمہ: یہ بیان ڈاکٹر فدا محمد صاحب خلیفہ مجاز مولانا محمد اشرف صاحب پشاوریؒ نے جوہانسبرگ، جمہوریہ جنوبی افریقہ کے ریڈیو سٹیشن میں اگست ۲۰۰۶ء میں کیا جسے ریڈیو اسلام جوہانسبرگ نے نشر کیا۔

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہٖ الکریم اما بعد

اَلاَ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لاَ خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لاَ ھُمْ یَحْزَنُوْنَo اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْ یَتَّقُوْنَo

(یونس: ۶۲، ۶۳)

ترجمہ: یادرکھو جولوگ اللہ کے دوست ہیں، نہ ڈر ہے اُن پر اور نہ غمگین ہوں گے۔ جولوگ ایمان لائے اور ڈرتے رہے۔ (تفسیرِ عثمانی)

معزز سامعین میں نے قرآن پاک کی ایک آیت مبارک تلاوت کی جس میں فرمایا گیا ہے کہ اولیاء اللہ کو نہ غم ہوتا ہے اور نہ خوف اور یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ حاصل کیا۔ اس آیت میں اولیاء اللہ جو اللہ کے خاص دوست ہیں کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں کہ اُن کی دو خصوصیات ہیں ایمان اور تقویٰ اور ان خصوصیات کے معاوضے میں اللہ تعالیٰ نے دو انعامات کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ انعامات مادی نہیں ہیں جیسے ہم کہتے ہیں کہ اگر ہم محنت کریں گے تو ہم کافی پیسہ کما لیں گے اور زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کر لیں گے۔ اس آیت مبارکہ میں مادی انعامات کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ روحانی (معنوی) انعامات کا ذکر ہے۔ مادی انعامات پر غور کریں جو کہ ہمیں کافی مقدار میں حاصل ہو جائیں پھر بھی ہم اپنے آپ کو ناخوش اور غیر مطمئن پاتے ہیں۔ ہم اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کرتے ہیں اور ہماری روزمرہ کی زندگی میں ناگواریاں ہوتی ہیں۔ ہمارے نفسیاتی اور روحانی تقاضے پورے نہیں ہوتے ہیں۔ پس ان مادی چیزوں کو حاصل کر کے ہم نے کیا پایا اگر ہمیں اطمینان نہیں اور ہم آرام کی نیند نہیں سو سکتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت سی جگہوں پر انعامات کا تذکرہ کیا ہے تو وہ دو قسم کے ہیں، وہ انعامات جو اس دنیا سے متعلق ہیں اور وہ جو یومِ حساب کے لئے ہیں جنت کی شکل میں۔ جہاں تک یومِ حساب اور آخرت کا تعلق ہے تو اُس کے لئے اللہ تعالیٰ، رہنے کے لئے عالیشان اور خوبصورت محلات اور بنگلوں، حسن و جمال والی عورتوں اور چمک دمک والی سواریوں اور مختلف قسم کے خوش ذائقہ کھانوں کا ذکر فرماتا ہے۔ اور جب وہ اِس دنیا کے

معاوضے کا تذکرہ فرماتا ہے تو رحمت، راحت، برکت کا تذکرہ فرماتا ہے اور یہ کہ یہاں نہ تمہیں کوئی غم ہوگا اور نہ کوئی خوف ہوگا۔ دراصل یہ وہ معنوی اور روحانی چیزیں ہیں جنہیں ہم اپنی مادی چیزوں کے ذریعے حاصل کرنا چاہتے ہیں یہی وہ چیز ہے جسے روحانی اور نفسیاتی سیری (سیر ہونا) اور آسان الفاظ میں اطمینانِ قلب کہتے ہیں۔ یہ روحانی فوائد مادی فوائد سے اعلیٰ وافضل ہیں۔

آیئے دیکھیں کہ غم اور خوف کیا ہیں؟ غم اُس احساس کو کہتے ہیں جو ہمیں گذشتہ ناگوار چیزوں اور واقعات پر محسوس ہوتا ہے۔ اُن واقعات کے ساتھ متعلق خیالات واحساسات ہمیں غمزدہ کردیتے ہیں۔ ہم سوچتے ہیں کہ ایسے کیوں ہوا جس کی وجہ سے مجھے اتنی تکلیف اور کوفت ہوئی۔ اتنا میرا مال ضائع ہوا، اتنی میری صحت ضائع ہوئی، میرے خاندان کو حادثے کیوں پیش آگئے۔ خوف محض اُن ناگوار چیزوں کا ہوتا ہے جو مستقبل میں پیش آسکتی ہیں۔ مجھ سے کوئی پیسے ضائع نہ ہوں یا میرے خاندان کو حادثے نہ پیش آجائیں، صحت کا کوئی نقصان نہ ہو۔ غم اور خوف ہماری نفسیات کے دو تکلیف دہ جزو ہیں جو کہ ہمارے ذہنوں میں کھچاؤ (Tension) اور بے چینی (Anxiety) پیدا کرتے ہیں۔ ہمارا ذہنی دباؤ، کھچاؤ اور بے چینی غم اور خوف کے پیدا کردہ ہیں۔ غم گذشتہ واقعات کے بارے میں ہوتا ہے اور خوف آنے والے واقعات کے بارے میں ہوتا ہے۔

جب غم اور خوف بے چینی، کھچاؤ اور ذہنی دباؤ پیدا کرتے ہیں تو یہ ہمارے بدن کے غدود کے عروق (Hormones) اور اعضاء کے عروق (Enzymes) کو مکمل تبدیل کردیتے ہیں۔ غم اور خوف کی وجہ سے اس طرح کے ہارمون، اینزائم اور مادے ہمارے بدن میں خارج ہوتے ہیں جو ہمیں زیادہ سے زیادہ کھچاوء میں (Stressful) کرلیتے ہیں۔ طب کے ماہرین (Medical Specialists) کے مطابق ایسے مادے جنہیں کیٹیکول امینز Catecholamines کہتے ہیں جو کہ بدن میں مخصوص غدود سے نکلتے ہیں۔ Catecholamies میں ایڈرینالین اور نان ایڈرینالین شامل ہیں۔ اسی طرح ایک تیسری چیز کارٹیسون بھی ہمارے بدن میں خارج ہوتی ہے۔ یہ چیزیں ہمیں تھوڑے وقت کے لئے فعال (Active) کردیتی ہیں۔ لیکن آخر کار وہ خون کا گلوکوز لیول زیادہ کردیتی ہیں۔ اگر دن میں کئی دفعہ ایسا ہوتا رہے تو شوگر کی زیادہ مقدار مستقل ذیابیطس شکری جسے عام طور پر شوگر کہتے ہیں تک پہنچادیتی ہے۔ کھچاؤ اور تناؤ اس بیماری کا سبب بنے اور اس سے صحت کے نقصان کی صورت میں مزید غم اور خوف کی طرف رہنمائی ہوئی۔

اسی طرح یہ چیز کولیسٹرول کے میٹابولزم یعنی بدن میں کولیسٹرول کے استعمال کو متاثر کرتی ہے۔ پھر

کولیسٹرول شریانوں میں جمع ہوتی ہے جو کہ دل کی بیماری کا باعث بنتی ہے۔
Ischemic Heart Disease یعنی خون کی رگیں بند ہونے کی وجہ سے دل کا دورانِ خون کم ہونا بھی کولیسٹرول کے جمع ہونے سے ہوتا ہے۔ اس سے دل کے کام کرنے کی صلاحیت متاثر ہوتی ہے۔

دباؤ، غم اور خوف کی وجہ سے اعصاب پر بھی بوجھ پڑتا ہے اور اس بوجھ سے فشارِ خون (Blood Pressure) زیادہ ہوتا ہے۔ شوگر، کولیسٹرول کا زیادہ ہونا اور دل کی بیماریاں خوف اور غم سے ہونے والی بڑی بڑی بیماریاں ہیں۔ طب کے ماہرین انہی اسباب کو کینسر کا سبب بھی سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے دوستوں کو نہ خوف ہوتا ہے اور نہ غم۔ کیسے؟ کیا وہ انسان نہیں ہیں؟ اُن کی نفسیات نارمل نہیں ہیں یا وہ کوئی اعلیٰ و ارفع لوگ ہیں؟ خوف اور غم کو محسوس نہ کرنا تو نقص (Abnormality) ہے۔ پس یا تو یہ لوگ ابنارمل ہیں یا اللہ تعالیٰ کوئی اور پیغام دینا چاہتا ہے۔

عظیم مفسر حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ احساسات دو قسم کے ہیں۔ ۱۔ طبعی احساسات جو کہ بغیر تفصیلی سوچ کے حالات کی وجہ سے قدرتی طور پر محسوس ہوتے ہیں۔ ۲۔ عقلی احساسات جو کہ سوچ کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں۔ ہم کسی واقعے کو زیادہ شدت کے ساتھ محسوس کرنے لگتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا، ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا۔ ہم اگر یہ احتیاط برت لیتے تو ہم اس کا تدارک کر لیتے۔ پہلی قسم کو طبعی یا فطری احساسات کہتے ہیں اور دوسری قسم کو عقلی احساسات کہتے ہیں جو کہ یادوں اور پہلی قسم کے قدرتی محرکات کے نتیجے میں پیدا ہونے والے خیالات سے پیدا ہوتے ہیں۔ فرق یہاں پر ہے۔ عام لوگ قدرتی اسباب کی وجہ سے ملنے والے غم اور خوف کو محسوس کرتے ہیں اور اس پر سوچ سوچ کر اس میں اضافہ کرتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو قادرِ مطلق اور اُس کی منصوبہ بندی (تقدیر) کو ناگزیر (Unavoidable) نہیں سمجھتے۔ اولیاء اللہ بھی غم اور خوف کو محسوس کرتے ہیں مگر جب اُن کا ذہن ان احساسات پر سوچتا ہے تو اُن کا عقیدہ اور اپنے آقا اللہ کے ساتھ اُن کا تعلق اُن کے دل کو مضبوط کرتا ہے اور اُن کے احساسات پریشانی، دباؤ اور تناؤ کی طرف نہیں جاتے۔

اولیاء اللہ بھی نارمل لوگ ہوتے ہیں، اُن کا بھی خوف سے واسطہ پڑتا ہے، اُن کو خوف ہوتا ہے کہ اُن کو اور اُن کے خاندان والوں کو تکلیف نہ ہو۔ وہ اپنے متعلقین کو محفوظ اور معاشی طور پر آسودہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ جب یہ اندیشے اُن کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں تو وہ سوچتے ہیں کہ ہم نے دل کی گہرائی سے کہا ہوا ہے کہ لا الہ الا اللہ، ہم اللہ تعالیٰ کے غلام اور بندے ہیں تو جس کا پالنے والا اللہ جل جلالہٗ ہو تو اُس کو کیسے برائی پیش آسکتی ہے اور اگر کچھ ہمیں

برا دکھائی بھی دیتا ہے تو وہ ہمارے لئے اچھا ہی ہوتا ہے اگر وہ من جانب اللہ ہے کیونکہ اُس کو سب خبر ہے۔

ہم نے اپنے اکابر سے کچھ دلچسپ کہانیاں سنی ہوئی ہیں۔ ایک دفعہ ایک بادشاہ تھا جس کے کئی وزیر تھے اور اُن میں سے ایک بہت پرہیز گار آدمی تھا۔ جب کوئی واقعہ پیش آتا تو وہ بادشاہ سے کہتا کہ اسی میں خیر تھی کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے تھا۔ اُس کی پرہیز گاری کی وجہ سے بادشاہ اُسے پسند کرتا تھا مگر دوسرے وزیر حسد کی وجہ اُس سے بہت بغض رکھتے تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ کو بخار ہو گیا، متقی وزیر نے کہا کہ بادشاہ سلامت اسی میں خیر ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ دوسرے وزیروں نے بادشاہ سے کہا کہ اس کو دیکھو آپ کو تکلیف ہے اور اس کو اس میں بھی اچھائی نظر آ رہی ہے اور کہہ رہا ہے کہ یہ آپ کے لئے اچھا ہے، یہ آپ کا خیر خواہ نہیں ہے۔ یہ خیال بادشاہ کے دماغ میں جڑ پکڑ گیا اور اُس نے اُسی طرح محسوس کرنا شروع کر دیا۔ پھر کیا ہوا کہ ایک دن بادشاہ زخمی ہو گیا اور کسی حادثہ میں اُس کی اُنگلی کٹ گئی۔ اُس نے جب وزیروں کو بتایا کہ ایسا واقعہ پیش آیا ہے تو پرہیز گار وزیر نے حسبِ معمول کہا کہ بادشاہ سلامت اسی میں آپ کی بہتری ہے۔ دوسروں نے کہا کہ دیکھیں بادشاہ سلامت اس کو آپ کے ساتھ پیش آنے والے تکلیف پر خوشی ہو رہی ہے۔ اس دفعہ بادشاہ نے اس کو حقیقتاً سنجیدگی سے لیا۔

کچھ دن گزرنے کے بعد بادشاہ شکار کے لئے جنگل گیا اور اُس نے اپنے کچھ کارندوں کو بتایا کہ جب ہم فلاں کنویں کے پاس سے گزریں تو متقی وزیر کو دھکا دے کر اُس میں گرا دیں۔ پس جب وہ کنواں آیا تو متقی وزیر کو اس میں گرا دیا گیا۔ اُنہوں نے کئی جانور شکار کئے۔ اُس وقت کافی دیر ہو چکی تھی جب بادشاہ کو احساس ہوا کہ وہ بالکل اکیلا ہے اور راستہ کھو چکا ہے۔ ہوا یہ کہ وہ شکاری لباس میں کسی دوسری سلطنت کے علاقے میں گھس گیا تھا۔ وہ گرفتار ہوا اور بادشاہ کے سامنے لایا گیا۔ لوگوں نے بادشاہ سے کہا کہ آپ دیوتاؤں کے لئے کسی انسان کی قربانی دینا چاہتے تھے اور آپ نے کہا تھا کہ اپنے عوام میں سے کسی کو قربان کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ ہم ایک غیر قانونی طور پر داخل ہونے والے کو لائے ہیں ہمیں اس کی قربانی کرنی چاہئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو پادریوں کے پاس لے جایا جائے۔ پادریوں نے اس کا معائنہ کیا اور ایک دوسرے کی طرف مایوسی سے دیکھا اور کہا کہ اس کی انگلی کٹی ہوئی ہے لہٰذا اس کی قربانی نہیں ہو سکتی۔ قربانی صحیح سالم جسم کی ہو سکتی ہے جس کے اعضاء میں کوئی نقص نہ ہو۔

بادشاہ کو اس وقت اپنا مرا ہوا وزیر یاد آیا اور سوچا کہ میرا دیندار وزیر کتنا صحیح کہتا تھا۔ اگر میری انگلی نہ کٹی ہوتی تو آج میری قربانی ہو چکی ہوتی اور اُس کو افسوس ہوا کہ میں نے اتنے دانا اور پرہیز گار وزیر کو کنویں میں گرا دیا۔ بعد میں بادشاہ کو چھوڑ دیا گیا۔ جب وہ اپنی سلطنت میں پہنچا تو اُس نے وزیر کی تلاش کا حکم دیا۔ وہ ایک پرہیز گار آدمی تھا اُسے

اللہ تعالیٰ نے نیک نیتی اور عبادات کی برکت سے زندہ بچایا ہوا تھا۔ جب اُسے بادشاہ کے سامنے لایا گیا تو بادشاہ نے اُس سے معذرت کر لی مگر وزیر نے کہا کہ کنویں میں گرنے میں ہی میری بہتری تھی۔ اُس نے اپنی روداد وزیر کو سنائی اور کہا کہ میری انگلی کٹ جانے میں بہتری تھی یہ تو میں دیکھ کر آیا ہوں۔ پھر اُس نے وزیر سے پوچھا کہ تمھارے کنویں میں پھینکے جانے میں کیا بہتری تھی؟ وزیر نے جواب دیا کہ اگر مجھے کنویں میں نہ پھینکا گیا ہوتا تو پھر میں یقیناً آپ کے ساتھ ہوتا کیونکہ میں ہر وقت آپ کے ساتھ ساتھ رہتا ہوں اور میرا جسم مکمل ہے تو ضرور قربان کیا جاتا۔

سو ہمیں گزشتہ کا غم اور آئندہ کا خوف نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ ہماری بہتری کے لئے ہے۔ یہ ایک حقیقت اور نارمل نفسیات ہے کہ یہ خیالات ہمیں تکلیف دیتے ہیں مگر ہمیں ان کو دباؤ (Stress)، اضمحال (Depression) اور اضطراب (Anxiety) کی طرف نہیں لے جانا چاہیے۔ ہمیں قرآن کی آیتوں اور موجودہ معلومات میں غور کر کے اُن سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔ آمین! شکریہ!

☆☆☆☆☆☆☆

ذکر قلبی

متاخرین صوفیہ نے محض ذکر قلبی تجویز کیا ہے وہ بہت اچھی چیز ہے، مگر وہ زیادہ دیر تک باقی نہیں رہتا بلکہ کچھ دیر کے بعد دل ادھر اُدھر چلا جاتا ہے اور ذاکر یہ سمجھتا ہے کہ میں ذکر میں مشغول ہوں اس لیے میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ ذکر لسان سے بھی کرنا چاہیے اور اسی میں توجہ قلبی رکھنا چاہیے۔ اگر کچھ دیر میں ذکر قلبی نہ رہے گا تو ذکر لسانی تو باقی رہے گا اور وقت ضائع نہ ہوگا۔ خصوصاً میری اس تحقیق کے بعد کہ جو عمل خاص نیت سے شروع ہو اس کی برکت و انوار مستمر رہتے ہیں گو وہ نیت مستحضر نہ رہے اور گو توجہ باقی نہ رہے اب جو ہم لوگوں کے ذکر میں انوار نہیں ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم کو توجہ کا اور حصول نور کا قصد بھی نہیں ہے اگر قصد ہی ہو تو انوار ضرور حاصل ہوں۔ پس اب یہ بھی کہنا صحیح ہے کہ

ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

یعنی جب کہ قصد حصول اثر کا نہ ہو اور یہ بھی صحیح ہے کہ

ایں چنیں تسبیح ہم دارد اثر

یعنی جب کہ حصول اثر کا قصد ہو پس اب دونوں کلام جمع ہو گئے۔

(خطبات حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ، جلد دوم: علم و عمل، صفحہ: ۴۵۱)

(انتخاب حافظ عماد الحق)

تبصرہ

(اعجاز صاحب، ایم بی بی ایس، فائنل ائیر، خیبر میڈیکل کالج پشاور)

شک اور کنفیوژن (Confusion) کی وجہ سے مختلف خیالات اور سوالات کا پیدا ہونا، انسان کو سوچنے، مطالعہ کرنے اور بات کی تہہ تک پہنچنے کا ایک اہم سامان مہیا کرتا ہے۔ اور پھر خاص کر مذہب کے معاملے میں جہاں بات عقیدے اور بنیادی تعلیمات کے متعلق ہو، اُن باتوں کا جاننا شاید ایک انسان کی دینی فطرت بھی ہے۔ میں فارغ اوقات میں سیٹلائیٹ ٹی وی (Satellite TV) چینل پر کوئی دینی، اصلاحی یا کرنٹ افیئرز (Current Affairs) کے پروگرام دیکھتا ہوں، اس سوچ کی بناء پر ایک مرتبہ ایک چینل جس کا نام مسلم ٹی وی احمدیہ ہے، نظر سے گزرا، لفظ مسلم کی وجہ سے وہ چینل میں نے دیکھنا شروع کیا، کچھ ہی دنوں بعد مجھے پروگراموں سے بخوبی اندازہ ہوگیا کہ یہ قادیانی چینل ہے، قادیانیوں کے متعلق پہلے صرف اتنا علم تھا کہ وہ ختم نبوت پر یقین نہیں رکھتے، لیکن اب اُن کے نظریات جاننے کا شاید ایک ذریعہ ہاتھ آیا، اور اب اسی نیت سے میں اُن کے پروگرام دیکھنے لگا، قادیانی مبلغین جو بیانات اس چینل پر کرتے تھے، تو اُس میں کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی بات نہیں سنی، نہ ہی کبھی اُنھوں نے ختم نبوت کے خلاف کوئی بات کہی، بلکہ قادیانیوں کے سابقہ خلیفہ مرزا طاہر جو اب مرچکا ہے نے کہا کہ ہم تو ایک مجدد یا اُمت کی رہنمائی کرنے والے غلام احمد قادیانی کو مانتے ہیں (مرزا طاہر کے بیان کا مفہوم)۔ اسی طرح ایک اور مبلغ نے ایک واقعہ کا ذکر کیا کہ ایک مرتبہ مرزغلام احمد قادیانی نے صرف اس وجہ سے ایک آدمی سے بات نہیں کی کہ وہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔ اس صورت حال کا بالکل واضح فرق اور تضاد اس حقیقت سے تھا جو کہ قادیانیوں کے متعلق میرے علم میں تھا، اس صورت حال کا ذکر جب میں نے حاجی فدا صاحب سے کیا تو انھوں نے کتاب ''قادیانیت سے اسلام تک'' مطالعے کے لئے دے دی، اس کتاب میں کئی ایک ایسے خوش قسمت لوگوں کی آپ بیتیاں تحریر ہیں جو کہ قادیانیت کو چھوڑ کر مسلمان ہوئے۔ اس کتاب کو پڑھ کر جو اہم باتیں سامنے آئیں وہ مندرذیل ہیں۔

اول یہ کہ نام نہاد خلیفہ اور مذہبی پیشوا جو کہ اپنے معتقدین کی نظر میں کسی نبی سے کم نہیں ہیں، کی اندرون خانہ حالات اور رخاص کر جنسی معاملات کو اُن لوگوں نے جو اُن کے بہت قریب تھے نے بڑے چیلنج کے ساتھ

اس کتاب میں تحریر کیا ہے، یہ واقعات ایسے ہیں کہ ایک عام انسان بھی اتنی دلیری اور بے باکی سے کرنے کے قابل نہ ہوگا، ایک مذہبی پیشوا اور اعلیٰ درجے کے مسلمان سے قطعاً توقع نہیں ہوسکتی کہ وہ ایسے کام اتنی تواتر سے کرتا رہے۔ جن حضرات نے یہ واقعات تحریر کیئے ہیں اُنھوں نے ان واقعات کے جھوٹا ہونے پر اپنے آپ کو عذاب کا مستحق ٹھہرایا ہے، معلوم ہوتا کہ یہ مستند واقعات ہیں کیونکہ عرصہ نو سال گزرنے کے باوجود نہ تو قادیانیوں نے اس کتاب کو عدالت میں چیلنج کیا اور نہ اس کا جواب دیا۔ دوسری اہم بات قادیانیوں کے متعلق جو اس کتاب سے معلوم ہوئی وہ یہ کہ قادیانی جھوٹ بولنے میں ذرا بھی نہیں ہچکچاتے اور مخاطب کو رام کرنے کے لیے کوئی طریقہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اپنے نظریات اور عقائد ایسے لبادے میں بیان کرتے ہیں کہ عام مسلمان کوئی فرق محسوس نہیں کرسکتا، اور یہی خاص وجہ تھی کہ بعض لوگوں نے اس تنظیم کو حق سمجھ کر اس میں شمولیت اختیار کی، لیکن بہت جلد جب ایسے لوگوں کو اس جماعت کا علم ہوا تو انہوں نے احمدیت سے کنارہ کشی اختیار کی۔ آج بھی اس چینل پر مرزا مسرور (موجودہ قادیانی خلیفہ) کا ہفتہ وار بیان سن کر مغرب کے مسلمان شاذونادر ہی ان قادیانیوں اور عام اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی فرق محسوس کرسکیں، اور یہی وجہ ہے کہ بعض مغربی اقوام ان کی سرپرستی کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ مسلمانوں کی بلا وجہ احمدیوں سے عداوت ہے۔ چاہے لاکھ انکار کریں لیکن حقیقی نظریات تو وہی ہیں جو مرزغلام قادیانی نے اپنی مختلف کتابوں میں درج کیے ہیں، ''قادیانیت سے اسلام تک'' میں اُن کے عقائد حوالوں کے ساتھ درج ہیں اور جس سے کوئی احمدی انکار بھی نہیں کرسکتا، ان کو پڑھ کر یہ بات مجھ پر واضح ہوگئی کہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہونے کا دعویدار کم ازکم درجے میں بھی ایسے گستاخانہ کلمات کہنے کو تیار نہ ہوگا جو کہ قادیانیوں کے سربراہوں نے مختلف ادوار میں کہے اور یہ کلمات مکمل حوالوں کے ساتھ قادیانیوں کی مستند کتابوں میں موجود ہیں۔ ایک اور اہم بات یہ سامنے آئی کہ قادیانیوں نے دولت کی چمک دِکھا کر بھی بہت سے لوگوں کو اپنے حلقے میں داخل کیا ہے، اچھی نوکری، برطانیہ کا ویزا، مفت تعلیم وغیرہ ان کی مختلف چالیں ہیں۔ میرے نزدیک یہ دنیاوی لالچ قادیانیوں کے جھوٹے پن کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اس کتاب کے آخری حصے میں مولانا عبدالکریم صاحب کا واقعہ درج ہے جو کہ میرے خیال میں کتاب کا لبِ لباب ہے۔ موصوف خود سولہ سترہ سال قادیانی مبلغ رہا اور توبہ تائب ہو کر مسلمان ہوا، مولانا نے نہایت احسن انداز سے قادیانیوں کو ایک قادیانی کمپنی اور تجارتی مقاصد کے حصول کی تنظیم ثابت کر دیا ہے۔ دوسرا اہم کام یہ کیا ہے کہ قادیانیوں کے چیدہ چیدہ نظریات حوالوں کے ساتھ لکھ دیے ہیں۔ سب سے اہم کام جو کہ مولانا عبدالکریم صاحب نے کیا ہے وہ یہ کہ قادیانیوں کو اُن ہی کے مذہب کی کتابوں کے حوالوں سے لاجواب بنا دیا ہے۔

ان تمام حقائق کو جان کر صرف یہی کافی ہے کہ قادیانیوں کے قول وفعل میں حد درجہ تضاد ہے، یہ لوگ اور ان کے پیشوا منافقت کے پیکر ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں چند کلمات شاید اپنے آپ کو مسلمانوں کے ردعمل سے بچانے کے لیے کہتے ہیں، ورنہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اہل بیعت کی شان میں گستاخی کے کلمات جو کہ ان کی مستند کتابوں میں درج ہیں وہ کس کس سے چھپاتے پھیریں گے۔ اللہ تعالیٰ تمام احمدیوں، قادیانیوں، لاہوریوں کو ہدایت دے۔ (آمین)۔

☆☆☆☆☆☆☆

(صفحہ ۳۲ سے آگے)

بیت کے دھیان سے ہٹ کر اب آپ ربُّ البیت کے خالص تصور میں غرق ہو گئے اور آخر چند ہی روز بعد وہ مبارک وقت آیا جس کے شوق میں آپ کا رواں رواں پکارتا تھا۔

حضرت سہارنپوری نوراللہ مرقدہ نے خواب دیکھا کہ آفتاب غروب ہو گیا اور دنیا میں اندھیرا چھا گیا، حسبِ معمول تہجد کے وقت حضرت اٹھے اور نفلوں سے فارغ ہو کر متفکر بیٹھ گئے۔ اہلیہ نے پوچھا آج عادت کے موافق آپ نفلوں کے بعد لیٹے کیوں نہیں اور طبیعت کچھ فکرمند معلوم ہوتی ہے، کیا بات ہے؟ آپ نے خواب کا اظہار کیا اور محزون لہجے میں فرمایا اس کی تعبیر ایک تو یہ ہے کہ مولانا محمود الحسن صاحب مالٹا میں محبوس ہیں دوسرے مجھ کو یہ بھی اندیشہ ہے کہ کہیں شاہ عبدالرّحیم صاحب کی حالت نازک نہ ہو۔ غرض صبح کو حضرت پیلوں روانہ ہو گئے جہاں تبدیل آب و ہوا کے لیے حضرت کا قیام تھا۔ بعد مغرب حضرت نے فرمایا آج عشاء کی نماز ذرا سویرے پڑھ لیجؤ چنانچہ یہ سمجھ کر آرام کی خواہش ہو گی نماز اوّل وقت میں پڑھ لی گئی اور آپ چارپائی پر لیٹے رہے اور حضرت (سہارنپوریؒ) دوسرے کمرے میں جا لیٹے کہ دفعۃً آپ کو آخری کرب شروع ہوا اور حضرت اپنے کمرے سے لپک کر آپ کے پاس آئے، مولانا نے حضرت کو محبت بھری نظروں سے دیکھا اور آپ کا ہاتھ تھام کر اپنے سینے پر رکھ لیا، حضرت نے پڑھنا شروع کیا اور رائے پور کا آفتاب اپنے محبوب کا ہاتھ چھاتی پر رکھے ہوئے چند منٹ کے اندر شب کے گیارہ بج کر انیس منٹ پر غروب ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

☆☆☆☆☆☆☆

رحمتِ مہداۃ قدیری صلی اللہ علیہ وسلم

(محمد الطاف حسین صاحب، لیکچرار اسلامیہ کالج، پشاور)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم باعثِ تخلیق کائنات ہیں۔ دونوں عالم کی رونقیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دم قدم سے ہیں۔ آپ کو پیدا کرنا اگر مقصود نہ ہوتا تو کائنات کی تخلیق ہی نہ ہوتی۔ گویا کائنات کی نیرنگیوں، رونقوں اور جگمگاہٹ کی سیج آپ ہی کے لیے سجائی گئی اور ارض وسماء کی بہاریں اور مشک بیزیاں آپ کے نور کی پرتو سے کائنات میں نسیمِ عنبریں بن کر پھیل گئیں۔ ابھی مخلوقات کا وجود نہ تھا کہ آپ کا نورِ مبارک اللہ جل شانہٗ نے پیدا فرمایا اور خدائے عز وجل کو جہاں منظور ہوا وہاں سیر کرتا رہا، اُس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا، نہ بہشت کا وجود نہ جہنم کی آگ، نہ فرشتے نہ زمین و آسمان کا وجود، نہ سورج کی روشنیاں نہ چاند کی چاندنی، نہ پھولوں کی مہک نہ سبزہ زاروں کی فرشِ زریں، نہ ندیوں کی گنگناہٹ، پھر جب اللہ جل شانہٗ نے اپنے محبوب کے صدقے دوسری مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نورِ مبارک کو چار حصوں میں تقسیم کیا، ایک سے قلم، ایک سے لوح، ایک سے عرش اور ایک سے باقی مخلوق کو پیدا فرمایا۔ غرض مخلوقاتِ عالم اپنے وجود کی تخلیق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی منت بار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود بابرکت کو جلوہ افروز ہونا اس عالم پر احسانِ عظیم ہے جس کا بدلہ مخلوقات سے ادا نہ ہو سکے گا۔ انسانیت کو ہر خیر وخوبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت عطا فرمائی گئی۔ پس جس طرح مخلوقات اپنے وجود کی تخلیق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج ہیں اسی طرح کائنات عالم ہر خیر وخوبی، حسن و جمال، صفات وکمالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج ہیں۔ الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے لیے باعثِ تخلیق، ہر خیر وخوبی کے معدن، حسن و جمال کے پیکر، صفات و کمالات کے منبع، سردارِ مخلوقات، انوارِ عالم، خوشبوئے بہاراں، رونقِ مقام محمود، انبیاء کے سرتاج، اول التخلیق، خاتمِ نبوت، رحمت العالمین اور رحمت مہداۃ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دیا ہوا تحفہ ہیں۔

طفیل آپ کے ہے کائنات کی ہستی ۔۔۔ بجا ہے کہیے اگر تم کو مبداالاثار

لگا تا ہاتھ نہ پتلے کو بوالبشر کے خدا اگر ظہور نہ ہوتا تمھارا آخرکار
تو فخر کون و مکان زبدۂ زمین و زمان امیر لشکرِ پیغمبراں شہِ ابرار
جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
جو تو اُسے نہ بناتا تو سارے عالم کو نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زنہار
اگر قمر میں کچھ آ جائے تیرے چہرہ کا نور تو رات دن ہوا ور آ گے ہو اس کے دن شبِ تار
نہ بن پڑا وہ جمال آپ سا اِک شب بھی قمر نے گو کہ کروڑوں کئے چڑھاؤ اُتار
تو آئینہ ہے کمالات کبریائی کا وہ آپ دیکھتے ہیں اپنا جلوہِ دیدار
چراغِ عقل ہے گُل اس کے نور کے آگے زباں کا منہ نہیں جو مدح میں کرے گفتار

وجودِ تخلیق کائنات کے بعد ہر زمان و مکان، ہر لمحہ و لحظہ، ہر وقت و گھڑی اور ہر حال و موقعہ کو تا قیامت اس تحفۂ خداوندی نے اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا مہر اس رحمتِ مہداۃ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کی صورت میں ظاہر ہوا اور اسی ہدیۂ رحمت کے طفیل حضرت آدم علیہ السلام کی آہ و نالہ اللہ جل شانہٗ کی دربار میں باعثِ شرف قبولیت سے سرفراز ہوا۔ اسی نورِ پیکر کی بدولت حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو طوفانِ غرق سے نجات ملی۔ یہی وہ نورِ مبارک تھا جس نے نارِ نمرود کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے گلستانِ بہار بنا دیا۔

؎ اگر نامِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) را نہ آوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

ترجمہ: اگر آدم علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک شفاعت میں پیش نہ کرتے تو آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوتی نہ نوح علیہ السلام کو طوفان سے نجات ملتی۔

؎ ز جودش گر نگشتے راہ مفتوح بجودی کے رسیدے کشتی نوح

ترجمہ: اُن کے کرم (نور) سے اگر راستہ نہ کُھلتا تو نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر کیسے پہنچتی۔

ہنوز آپ صلی اللہ علیہ وسلم شرفِ ولادت سے سرفراز ہو کر جسمِ مشکیں سے دنیا میں جلوہ افروز نہیں ہوئے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات، رحمتیں، مہربانیاں اور شفقتیں بوئے گل بن کر

کائنات میں پھیل گئیں تھیں جس کا ظہور وقتاً فوقتاً ہوتا رہا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا وہ فیضِ وجودِ نور تھا کہ قریش کو ابر ہہ سے نجات ملی اور یہی وہ نورِ رحمت تھا جس کے سبب حضرت اسماعیل علیہ السلام چُھری کے نیچے محفوظ رہے۔ غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذاتِ بابرکات کے اعتبار سے بھی رحمتِ خداوندی، ہدیۂ انمول اور دُرِ ثمین ہیں، اور اپنی تعلیمات و ارشادات میں بھی روشن گر چراغ ہیں، مخلوقات کی ہدایت کا ذریعہ ہیں، اُن کے لیے نجات دہندہ ہیں یہاں بھی اور آخرت میں بھی۔ وہ رحمت مہداۃ ہیں جس کی رحمت و شفقت، خیر و برکت، کرم و عفو ہر وقت ہر آن اور ہر ایک کے لیے وسیع کردی گئی ہے۔ ایسی رحمت جس کے فیض کا کنارہ نہیں۔ ایسا وسیع کہ جس نے ہر شے کو اپنی مہربانیوں اور محبتوں میں سمیٹ لیا ہو۔ ایسا ستا کہ جس تک ہر کوئی رسائی حاصل کر سکے۔ ایسی رحمت کے جس کے سایہ میں جو آیا اس کو وہ خوبی ملی جو اس کے گمان میں نہ ہو اور مشکلات و تکالیف ایسی دور ہوں کہ جیسے تھیں ہی نہیں۔ ایسا تحفۂ رحمت جو دلوں کو آپس میں ملائے اور کدورتوں کو دور کر دے۔ پست کو اونچا کر دے، ذلت کو عزت میں، غم کو خوشی میں اور شکست کو فتح میں بدل کے رکھ دے۔ وہ رحمت جس کی اطاعت عین اطاعتِ خداوندی، جس کی پیروی باعثِ نجات، جس کا اتباع وجۂ محبوبیتِ خداوندی ہے۔ ایسا تحفہ جو گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے۔ ایسی رحمت جو روزِ قیامت باعثِ شفاعتِ عظمیٰ ہے۔

ے
اے آن کہ ہمہ رحمتِ مہداۃ قدیری — بارانِ صفت بحرسمت ابرِ مطیری
معراج تو کرسی شدہ وسبعہ سماوات — فرشِ قدمت عرشِ بریں سدرہ سریری
برفرق جہاں پایۂ پائے تو شدہ ثبت — ہم صدرِ کبیری تو وہم بدرِ منیری
ختم رسل نجم سبل وصبح ہدایت — حقا کہ نذیری تو والحق کہ بشیری
آدم بصفت محشر وذریتِ آدم — درظلِ لوایت کہ امامی وامیری

ترجمہ: اے وہ ذات جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدیہ ہے بارش کی طرح، سمندر کی طرح بے پایاں اور برسنے والا بادل ہے۔ معراج میں سات آسمان آپ کی کرسی ہوئے، عرش بریں آپ کے قدموں کے نیچے فرش ہوا، اور سدرۃ المنتہیٰ آپ کا تخت ہوا۔ سارے جہان کی پیشانی پر آپ کا قدم ثبت ہے۔ آپ سب سے بڑے صدر اور چودھویں رات کا چمکنے والا چاند ہیں۔ آپ خاتم الرسل، راستہ دکھانے والے ستارے اور ہدایت کی صبح ہیں۔ حق یہ ہے کہ آپ نذیر (ڈرانے والے) بھی ہیں اور بشیر (خوشخبری سنانے والے) بھی۔

حضرت آدم علیہ السلام اوران کی اولاد قیامت کے دن آپ کے جھنڈے تلے ہوں گےاورآپ امام الانبیاء ہیں اوراس مقدس جماعت کے امیر بھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ رحمت مہداۃ ہیں کہ دنیا میں قیامت تک اللہ جل شانہٗ کا ذکراور عبادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تعلیمات سے قائم ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا طریقہ مقبول ومنظوراور مقصود ہے۔قیامت تک کے انسانوں کی فلاح ونجات، رہنمائی وراہبری اور ہدایت کی عقدہ کشائی اللہ جل شانہٗ نے اُسی ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نمونہ میں ودیعت کر کے اپنی رحمت کو کامل کردیا۔اب اللہ جال شانہٗ کی رضاوخوشنودی کا واحد ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کو اپنانے،طریقۂ عالیہ پر چلنےاورذی شان سُنتوں پر دل وجان سے عمل کرنے میں ہےاوریہی محبوبیت کا راستہ ہے۔

ؔ کیا شان ہے اللہ رے محبوبِ نبی کی محبوبِ خدا ہے وہ جو محبوبِ نبی ہے
بندے کی محبت سے ہے آقا کی محبت جو پیرواحمدؐ ہے وہ محبوبِ خدا ہے

اے وہ رحمتِ خداوندی آپ کی تعریف وثناءخوانی میں زبانیں عاجز ہیں۔آپ کی مدح نہ زمین سمیٹ سکی نہ آسمان میں سما سکی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف میں مخلوق کی عاجزی ولاچاری دیکھ کرخوداللہ جل شانہٗ نے آپ کی تعریف فرمائی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ستودہ صفات ہستی ہیں کہ مخلوق کی تعریفیں اورثناءخوانیاں آپ کے حق کوادانہیں کرسکتیں لہٰذا اللہ جل شانہٗ نے خودفرمایا کہ اے میرے محبوب آپکی تعریف اور بلند ذکر یہاں میں خودکررہا ہوں،آسمانوں کے فرشتے کررہے ہیں اوراے مومنو! تم بھی اس محفلِ ثناءخوانی میں شرکت کر کے عشاق کی گروہ میں شامل ہوجاؤ،تاکہ ہروقت ہرلمحہ اور ہرلحظہ میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا چرچا نہ صرف آسمانوں میں ہو بلکہ زمین پر بھی یہ محفل سجی رہےاور میں ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تم زمین والوں کو مالامال کردوں اورزمین وآسمان کو آپ کی خوشبوؤں اور انوار سے جنت اور بقعۂ نور کردوں۔اللہ تعالیٰ نے مخلوقات پر احسان فرمادیا کہ اس رحمت مہداۃ کی مدح وتعریف کی اجازت مرحمت فرمادی ورنہ کجاانسان اورکہاں وہ ہستیٔ پُرانوارکہ جسکی تعریف خوداللہ جل شانہٗ فرما رہاہو۔

ؔ خوشبو ہے دوعالم میں تیری اے گُلِ چیدہ کس منہ سے بیاں ہوتیرے اوصافِ حمیدہ

اے وہ تحفۂ ربّ ذوالجلال آپ کا اسم مبارک دلوں کا سکون،عشاق کا سرور،محبوبوں کی آنکھوں

کا سُرمہ۔شاہدوں کی آنکھ کا نور، بے چین دلوں کا قرار، بزمِ عشاق میں وجد کا ترانہ، پروانوں کی محفل کی شمع، صوفیاء کے ایوانوں کی رونق اور سالکین کا رقصِ بسمل ہے۔

نمی دانم چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم ۔۔۔ بہر سو رقصِ بسمل بود شب جائے کہ من بودم
مرا از آتشِ عشقِ تو دامن سوخت اے خسرو ۔۔۔ محمدؐ شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

ترجمہ: میں کیا جانوں کہ وہ کونسی منزل تھی کہ رات جس جگہ میں تھا۔ ہر طرف رقصِ بسمل (ذبح شدہ مرغے کا تڑپنا) تھا رات جس جگہ میں تھا۔ آپ کے عشق کی آگ نے خسرو کا دامن جلا دیا۔ اُس محفل کی شمع تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے رات کو جس جگہ میں تھا۔

اے وہ رحمت مہداۃ آپ کا ذکر عین عبادت، آپ کا تذکرہ سلامتیِ ایمان، دین کی تکمیل، نفاق سے برأت، خوش بختی کو دعوت، دنیا میں اعزاز، آخرت میں بلندئ درجات۔ گناہ کا کفارہ، شفاعت کی ضمانت۔ گنہگاروں کا سہارا، رحمت کی امید، اجابت کی دلیل ہے۔

ترے لحاظ سے اتنی تو ہوگئی تخفیف ۔۔۔ بشر گناہ کریں اور ملائک استغفار

الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین وایمان کی تکمیل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کو کمال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے جمال سے منور زمین وآسمان ہیں۔ بس اُنہیں کے نام کا دم بھرتے رہو اور انہیں کے عشق ومحبت کو دل میں سجاتے رہو کیونکہ ہر حال میں اُن کا اتباع مقصود ہے۔

لگے وہ تیر غمِ عشق کا میرے دل میں ۔۔۔ ہزار پارہ ہو دل، خونِ دل میں ہوں سرشار
لگے وہ آتشِ عشق اپنی جان میں جس کی ۔۔۔ جلا وے چرخِ ستمگر کو ایک ہی جھونکار
جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں ۔۔۔ مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مورومار
اُڑا کے باد، مری مشتِ خاک کو پسِ مرگ ۔۔۔ کرے حضور کے روضہ کے آس پاس نثار
ولے یہ رتبہ کہاں مشتِ خاکِ قاسم کو ۔۔۔ کہ جائے کوچۂ اطہر میں تیرے بن کے غبار
مگر نسیمِ مدینہ تو گرد باد بنا ۔۔۔ کشاں کشاں مجھے لے جا جہاں ہے تیرا مزار
بس اب درود پڑھ اُس پر اور اس کی آل پہ تو ۔۔۔ جو خوش ہو تجھ سے وہ اور اسکی عترتِ اطہار
الٰہی اس پہ اور اس کی تمام آل پہ بھیج ۔۔۔ وہ رحمتیں کہ عدد کر سکے نہ ان کو شمار

☆☆☆☆☆☆☆

اکابر علمائے دیوبند کی تواضع (بارھویں قسط)

(مفتی فدا محمد صاحب، دار العلوم جامعہ رحمانیہ مینئی، صوابی)

تواضع حضرت شاہ عبد الرّحیم رائیپوری نور اللہ مرقدہ' (تاریخ وفات ۱۹۱۹ء)

اعلیٰ حضرت شاہ عبد الرّحیم رائیپوری نور اللہ مرقدہ کی تو پوری زندگی تواضع و انکساری کی تھی۔ ہمارے جملہ اکابر میں حضرت کی تواضع ضرب المثل تھی۔ حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی حیات میں رائیپور تشریف لے گئے تو ارشاد فرمایا کہ اللہ اکبر اس باغ کے (قطرے قطرے) درختوں کے پتے پتے سے تواضع ٹپک رہی ہے۔ حضرت علی میاں صاحبؒ حضرت شاہ عبد القادر صاحب نور اللہ مرقدہ کی سوانح میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ فرمایا میں اپنے حضرت کی تعریف اس لیے نہیں کرتا کہ اس میں بھی اپنی ہی تعریف ہے، ورنہ ہمارے حضرت تصوف کے امام تھے، اور تو کچھ نہیں عرض کرتا البتہ اتنا جانتا ہوں کہ چودہ سال حضرت کی خدمت میں رہا اس طویل مدت میں کبھی ایک کلمہ بھی حضرت کی زبان مبارک سے نہیں سنا جس میں اپنی تعریف کی بو بھی آتی ہو۔ حُبِّ جاہ ایک ایسی چیز ہے جو سب سے آخر میں سالکین کے قلوب سے نکلتی ہے، جب سالک صدیقین کے مقام تک پہنچتا ہے تب اس سے پیچھا چھوٹتا ہے، یہ بات میں نے اپنے حضرت میں خوب اچھی طرح سے دیکھی کہ حُبِ جاہ کا وہاں سر کٹا ہوا تھا۔

پختہ تعمیر سے حضرت کو بہت ہی وحشت اور نفرت تھی۔ باغ کی مسجد بھی اخیر زمانہ تک کچی ہی رہی، کچی دیواریں اور اس پر چھپر پڑا ہوا تھا، اس ناکارہ نے بھی اپنی اوائل عمر میں بارہا دیکھا۔ حضرت عاشق الٰہی صاحب میرٹھی تذکرۃ الخلیل میں اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک نادان طبیب نے غلطی سے آپ کو زہر دے دیا، فوراً آپ کو قے ہوگئی اور مرض ترقی کر گیا، ڈاکٹری تشخیص سے پتہ چلا کہ چند منٹ قے نہ ہوتی تو جانبری محال تھی۔ حضرت سے جس کو ذرا سا بھی تعلق تھا وہ حکیم صاحب پر آنکھیں نکالتا اور ان کی صورت سے بیزار ہو گیا، مگر آپ کو حکیم صاحب کی ندامت اور اپنے خدام کی ان سے وحشت ایک مستقل تکلیف بن گئی کہ وہ بھی کتمان اور ضبط میں رہی، جس کا اثر یہ تھا کہ جب حکیم صاحب تشریف لاتے تو آپ ان کو سب سے الگ اپنے پاس چارپائی پر بٹھاتے اور کسی کی بھی دوا کا استعمال ہو حکیم صاحب سے مشورہ لیا کرتے اور وہ اس کو مناسبِ مرض بتاتے تو آپ استعمال فرماتے ورنہ ان سے ایسی باتیں کرتے جس سے ان کو یقین ہوتا کہ حضرت میرے معالجہ کے معتقد اور میری حذاقت اور مزاج شناسی کے

معترف ہیں اور خدام سے ایک مرتبہ نرم لہجہ میں فرمایا کہ حکیم صاحب تو میرے محسن ہیں، غلطی تو ہر بشر کے ساتھ لگی ہوئی ہے مگر جو کچھ کیا وہ محبت وشفقت ہی کی نیت سے کیا، ان کو کوئی ترچھی نظر سے دیکھتا ہے تو میرے دل پر ایک برچھی لگتی ہے، فاعلِ مختار بجز مولائے کریم کے کوئی نہیں، جو ہوا وہ اس کی مشیت سے ہوا، پھر کسی کو کیا حق ہے کہ آلہ واوزار کو سرزنش کرے۔ (آپ بیتی)

آخری سفر حج میں حضرت نوراللہ مرقدہ کے ساتھ سو سے زائد کا مجمع ہو گیا تھا، بمبئی پہنچے تو سب رفقاء کا ٹکٹ موجودہ جہاز سے ملنا مشکل تھا، حضرت اور حضرت کے اہل وعیال اور مخصوص رفقاء کو مل سکتا تھا، مگر حضرت نے جملہ رفقاء کے بغیر جانا قبول نہیں فرمایا اور جن کو عجلت تھی ان کو اس جہاز سے بھیج دیا اور خود پندرہ دن تک دوسرے جہاز کے انتظار میں بمبئی تشریف فرما رہے۔ اس موقع پر بہت سے لوگوں نے حضرت قدس سرہ پر اصرار بھی کیا کہ حضرت! باقی رفقاء دوسرے جہاز میں آتے رہیں گے، مگر حضرت نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ان ساتھیوں کو رنج ہوگا۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر مکی احباب نے ایک بہت نفیس مکان حضرت اور حضرت کے رفقاء کے لیے پہلے سے کرایہ پر لے رکھا تھا اور خدام نے حضرت کے کمرہ کو بہت ہی راحت کا بنا رکھا تھا، بعض مکی خدام نے بہت عمدہ مسہری اور نفیس تکئے گدے حضرت کے کمرہ کے لیے مہیا فرما رکھے تھے کہ بعد میں حضرت صاحبزادہ صاحب حکیم مسعود احمد صاحب خلف الرّشید حضرت قطب ارشاد گنگوہی نوراللہ مرقدہ حج کے لیے پہنچ گئے۔ حکیم صاحب کے پہنچنے پر حضرت رائپوری قدس سرہ نے اپنا کمرہ سجا سجایا مع سامانِ راحت کے حضرت حکیم صاحب کی نذر کر دیا اور فرمایا کہ مجھ فقیر کے لیے تو، جہاں بھی بیٹھ جاؤں گا، راحت ہی راحت ہے، خدام کے ہوتے ہوئے حضرت حکیم صاحب کو تکلیف ہو یہ تو بہت ہی ناموزوں ہے حتّٰی کہ میرے حضرت مرشدی سہارنپوری نے بھی جو بعد میں مکہ پہنچے تھے اس پر نکیر فرمائی کہ سارا سامان لوگوں نے آپ کی راحت کے لیے دیا تھا، مگر حضرت رائے پوری نوراللہ مرقدہ نے یہی ارشاد فرمایا کہ حضرت! مجھ سے دیکھا نہ گیا کہ خادم تو ایسی راحت میں رہے اور مخدوم زادہ معمولی جگہ قیام کرے۔ حضرت رائے پوری قدس سرہ کے لیے تو خدام نے اس کا بدل کر ہی دیا مگر حضرت رائپوری قدس سرہ کا عمل ہم نالائقوں کے لیے قابل رشک ہی ہو سکتا ہے۔

ایک مرتبہ مولوی وہاج الدّین صاحب جو کہ گنگوہیؒ سے بیعت تھے رائے پور آئے، رات زیادہ جا چکی تھی اور سفر کی تھکان بہت تھی، ایک طرف لیٹ کر سو گئے۔ ذرا دیر بعد آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ایک شخص پائنتی

بیٹھا ہوا آہستہ آہستہ ان کے پاؤں دبا رہا ہے مگر اس احتیاط سے کہ آنکھ نہ کھل جائے، اوّل تو سمجھے کہ شاید حضرت نے کسی خادم کو بھیج دیا مگر پھر غور کی نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ یہ تو خود حضرت مولانا ہیں۔ یہ گھبرا کر اٹھے اور کود کر چارپائی سے نیچے آئے کہ حضرت یہ کیا غضب کیا! فرمایا بھائی اس میں حرج کیا ہے آپ کو تھکان بہت ہوگئی ہوگی ذرا لیٹ جائیے کہ آرام مل جائے، انہوں نے کہا بس حضرت معاف فرمائیے میں باز آیا ایسے آرام سے کہ آپ سے پاؤں دبواؤں۔

تواضع اور مروت گر کوئی شخص مجسم ہو

تو وہ سرتا قدم عبدالرّحیم باصفا ہوگا

ایک بار ایک صاحب حاضرِ خدمت ہوئے جن کی انگلی میں سونے کی انگوٹھی تھی، حضرت کے اخلاق اور مہمان نوازی دیکھ کر وہ حیران ہوگئے اور جب رخصتی کا مصافحہ کرنے لگے تو عرض کیا کہ حضرت میرے لیے دعا فرماویں، حضرت نے ہاتھ تھامے ہوئے ان سے ارشاد فرمایا بہت اچھا انشاء اللہ حکم کی تعمیل کروں گا مگر ایک عرض میری بھی ہے اس کو آپ قبول فرمالیں، وہ یہ کہ طلائی انگشتری کو شریعت نے مرد کے لیے حرام کیا ہے اگر اس گناہِ بے لذت کو ترک فرمادیں تو پھر خوش ہو کر دل سے دعا نکلے گی۔ یہ سن کر وہ صاحب شرما گئے، پیشانی پر پسینہ آگیا اور فوراً انگوٹھی اتار کر ہاتھ میں لے لی۔

ایک مرتبہ بیماری میں بندہ (مولانا عاشق الٰہی صاحب) اور مولوی محمد یحییٰ صاحب مرحوم حاضر ہوئے، دونوں سے حضرت کو کمال بے تکلفی تھی اس لیے جب سب اٹھ گئے تو فرمایا مجھے ایک پریشانی لاحق ہے جس میں گھلا جاتا ہوں، وہ یہ کہ حدیث میں آتا ہے مؤمن کو لقائے ربّ کی تمنا ہوتی ہے اور میں اپنے اندر اس مضمون کو نہیں پاتا ہوں۔ مولوی یحییٰ صاحب نے کہا حضرت یہ تمنا وشوق تو عندالموت ہوتا ہے اور آپ ابھی مرنے والے نہیں۔ آپ نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا کہ مرنے کو تو پڑا ہی ہوں اور اسی لیے فکر ہے کہ شوقِ لقاء کیوں نہیں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ پھر حضرت ہمارے لیے تو مبارک ہے کہ ابھی حق تعالیٰ نے اس وقت کو مؤخر فرمایا کہ وہ وقت ہوتا تو شوقِ لقاء بھی غالب آتا۔ چنانچہ آپ تندرست ہوگئے اور زندہ رہے حتّٰی کہ مولوی محمد یحییٰ صاحب نے بھی دفعۃً انتقال فرمایا، اس کے بعد پھر مرض نے زور پکڑا اور اس شدت مرض میں حضرت قدس سرہ کو آستانہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کا غلبہ ہوا اور آپ نے سفر حج کا پختہ قصد کر لیا اور میں (مولانا عاشق الٰہی صاحب) حاضر ہوا تو آپ نے بڑے اہتمام سے مجمع کو اٹھا کر تنہائی حاصل کی

او مجسم شوق بن کر فرمایا میں تو تیرا ہی انتظار کر رہا تھا کہ دل کی بات کہوں، وہ یہ کہ امسال حج کا ارادہ کر چکا ہوں اور تمنا ہے کہ زندہ رہوں تو پہلے جہاز پر سوار ہو جاؤں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت آفرین ہے آپ کی ہمت پر کہ کروٹ تو لی نہیں جاتی اور قصد ہے اس کٹھن سفر کا جس میں مستعد جوان بھی چور چور ہو جاتے ہیں، بھلا کیسے ہو سکتا ہے۔ فرمایا حضرت بوڑھے جوان سب ہی اس راستے میں چلتے ہیں، بس مجھے تو کوئی پکڑ کر ریل میں ڈال دے تو پڑا پڑا انشاء اللہ چلا ہی جاؤں گا۔ میں نے دیکھا کہ یہ غلبۂ شوق دبنے والا نہیں تو موافقت کا پہلو لے لیا اور عرض کیا ہاں حضرت ہمت کا حمایتی خدا ہے، جب حضرت نے قصد فرما لیا تو انشاء اللہ پہنچنا کچھ دشوار نہیں۔ فرمایا الحمد للہ تو نے تو موافقت کر لی۔ اب ایک خاص درخواست ہے وہ یہ کہ بس اب حضرت سہارنپوریؒ کا میرے بزرگوں میں ایک دم باقی ہے جن کے حکم کے سامنے چون و چرا کی ہمت نہیں، اس کا سہم چڑھا ہوا ہے کہ حضرت نے اجازت نہ دی اور منع فرمایا تو پھر کیا کروں گا۔ بس یہ خدمت تیرے سپرد ہے کہ حضرت سے بخوشی اجازت دلوا دے۔ میں چونکہ یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ تو سرکار کے بلاوے کی علامت ہے کہ حاضریٔ آستانہ کا شوق بیتاب بنا رہا ہے ورنہ موسمِ حج میں ابھی اتنا وقت ہے کہ اس وقت تک حضرت حیات ہی رہے تو زہے نصیب۔ پھر آپ کے دل کو پژمردہ کیوں کروں، اس لیے میں نے عرض کیا کہ ہاں حضرت انشاء اللہ ضرور کوشش کروں گا اور امید قوی ہے انشاء اللہ حضرت انکار نہ فرماویں گے بلکہ کیا عجب ہے حضرت بھی قصد فرما لیں اور پھر بندہ بھی ہمرکاب ہو۔ اتنا سن کر فرحت و سرور سے حضرت کا چہرہ چمکنے لگا اور الحمد للہ الحمد للہ اب اطمینان ہو گیا فرماتے ہوئے از خود اٹھ بیٹھے کہ تکیہ سے سہارا لگائے دیر تک اسی کی باتیں کرتے اور مزہ لیتے رہے۔ حضرت نے اپنی شدت بیماری میں اپنا سارا سامان حتی کہ بدن کے کپڑے بھی مولانا عبد القادر صاحب کو ہبہ کر دئے تھے کہ اب تم سے مستعار لے کر پہنا کروں گا۔ مگر تیرہ سو روپے نقد زادِ راہ بنا کر مولانا عبد القادر صاحب کے حوالے کر دیا تھا کہ اس کو محفوظ رکھو کہ یہ تمہارے اور میرے سفر حج کا خرچ ہے۔ آخر جوں جوں حج کا موسم قریب آتا گیا آپ کا مرض اور ضعف بڑھتا اور وصال کا وقت قریب آتا گیا حتی کہ آپ نے سمجھ لیا کہ اب گنجائش نہیں رہی اور تیرہ سو روپے ترکہ بنا چاہتا ہے، تب آپ نے مولانا کو بلا کر وہ روپیہ بھی تقسیم کرا دیا کیونکہ آپ مولائے کریم سے ایسی حالت میں ملنے کے متمنی تھے کہ دنیا کا کوئی حبہ اور پارچہ بھی آپ کی ملک میں نہ ہو۔

(باقی صفحہ ۲۳ پر)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُوَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ○ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ○ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ○رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنَ ○رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن ○رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰهِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُوَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ○ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَةً فِیْ

قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ہ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰماً فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْماً ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقاً اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْن ہ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِيْن ہ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْن ہ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَةً طَيِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرًا ط اِلٰهِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَيْتِ الْعِظَّام.